

انسان سوزی: انتقام یا عدل

ڈاکٹر انیس احمد

کراچی میں تین ڈاکوؤں کا سر بازار زد و کوب کرنے کے بعد زندہ نذر آتش کر دینا ایک ایسا الملاک ساختہ ہے جس نے پورے ملک کے اہل داش کے قلب و دماغ کو ہلا کر رکھ دیا ہے اور بہت واضح طور پر دون نقطہ نظر سامنے آئے ہیں۔ ملک میں لاقانونیت اور اداروں کی ناکامی کے پیش نظر ایک پڑھا لکھا طبقہ یہ رائے رکھتا ہے کہ عوام کا خود اپنے ہاتھوں معاملات کا فیصلہ کرنا ہی شاید اس مسئلے کا علاج ہے، اس لیے جو کچھ ہوا وہ قابل فہم ہے۔ لیکن ایک دوسرا مکتب فکر یہ رائے رکھتا ہے کہ اداروں کی ناکامی کے باوجود ایک شہری کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی ملزم یا مجرم کو جان سے مار ڈالے، حتیٰ کہ جلا ڈالے۔ یہ ایک ناجائز اور قابل مذمت فعل ہے جس کی روک تھام ازبس ضروری ہے۔ یہ واقعہ ملک کے موجودہ سیاسی، قانونی اور معاشرتی نظام میں نہ صرف ٹوٹ پھوٹ اور زوال کا پتا دیتا ہے، اور اگر بروقت اس ملک کی نوجوان نسل کی صحیح روحانی، سیاسی اور معاشرتی رہنمائی نہ کی گئی تو اس سے زیادہ بھیاں کے واقعات کا ظہور ہو سکتا ہے۔

اسلام جس عدل کا علم بردار ہے اس میں قانون اور خصوصاً فوج داری قانون کو ایک فرد کے اپنے ہاتھ میں لینے کی کوئی گنجائش نہیں پائی جاتی۔ دیوانی معاملات ہوں یا فوج داری، جیسے ڈاکا، چوری، قتل، بے خرمتی یا رہنمائی اور ارتداد، ان تمام معاملات میں صرف اور صرف اسلامی ریاست ہی وہ ادارہ ہے جو کسی ملزم یا مجرم کو مناسب تحقیق اور کارروائی کے بعد تعزیر یا سزا دے سکتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ مختلف علاقائی اور قبائلی روایات اور دیگر مذاہب اور تہذیبوں سے ربط کے نتیجے میں

بعض ایسے طریقے ہمارے معاشرے میں رائج ہو گئے جو نہ اسلامی نقطہ نظر سے اور نہ انسانی حقوق کے عمومی اصولوں سے مناسبت رکھتے ہیں، مثلاً غیرت کے نام پر قتل یا خون کا بدلہ چکانے کے لیے کم عمر لڑکیوں کو نکاح میں دے دینا۔

یہ صحیح ہے کہ اسلامی شریعت صرف قانون کے ذمہ داروں کو یہ اختیار دیتی ہے کہ وہ تنازعات کا فیصلہ کریں اور جرم ثابت ہونے پر کسی شخص کو سزا دیں جو جرم کی نوعیت اور انصاف کے تقاضوں کے مطابق ہو، لیکن باتِ محض اصول کی نہیں ہے۔ یہ مسئلہ گھرے اثرات کا حامل ہے اور جب تک اس طرح کے قابلِ نہمت واقعے کے اسباب پر غور نہ کیا جائے اصولی بات کافی نہ ہوگی۔ اس المناک واقعے سے پہلی بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ ملک کی آبادی کا ایک بڑا حصہ پولیس اور عدالت جیسے اداروں پر اعتماد کھوچکا ہے اور اس کا عدم اعتماد ایک ایسے مقام تک پہنچ چکا ہے کہ وہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے پر مجبور ہو گیا ہے۔ یہ احساس اور یہ طرزِ فکر کسی بھی معاشرے کی جڑوں کو ہو کھلا کرنے کے مترادف ہے اور فوری توجہ اور تدارک کا مطالبہ کرتا ہے۔

دوسری چیز جو اس اندوہنگ حادثے سے سامنے آتی ہے، وہ ہمارے معاشرے میں انسانی جان کی حرمت، عظمت اور قیمت سے تعلق رکھتی ہے۔ ایک چور، زانی اور راہ زن اپنے انتہائی قابلِ نفرت فعل کے باوجود ایک انسان ہے اور جب تک یہ تحقیق نہ کر لی جائے کہ وہ اس جرم کے ارتکاب پر کیوں مجبور ہوا، اس کی جان کا احترام دین کا مدعہ ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ابلاغی عامہ کے ذریع جس طرح اپنے ناظرین کو تشدد، مار دھاڑ اور رشتؤں کا احترام نہ کرنے کی تعلیم دیتے ہیں، مثلاً دراموں اور تحقیقت پسنداء، فلموں میں شوہر کا یوں پر اور بیوی کا شوہر پر تشدد کرنا، نام نہاد مرد اُنگی کے نام پر عورت پر ہاتھ اٹھانا اور پنجابی فلموں کے ہیرد کی طرح ہر لمحے مار دھاڑ کرنے کو اپنی برتری سمجھنا۔ اسی طرح مغربی فلمیں حتیٰ کہ توہینی پر بچوں کے لیے کارٹوں میں بھی تشدد، مار دھاڑ اور قتل و غارت کے مناظر اس کثرت سے دکھائے جاتے ہیں کہ اگر ان کے سامنے کسی زندہ انسان کو جلا یا بھی چارہا ہو تو ان کی انسانیت نہ جاگتی ہے اور نہ تکلیف محسوس کرتی ہے۔ یہ بے حصی جس کا اظہار اس واقعے سے ہوا ہے، بہ اور است ابلاغی عامہ کی تجارتی پالیسی کا نتیجہ ہے، اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ انسانوں کے ضمیر کو بے حصہ بنانے یا انسانوں میں انسانیت جگانے میں ابلاغی عامہ

(اخبارات، رسائل، ثی وی، انٹرنسیٹ وغیرہ) ثبت اور منفی دونوں کردار ادا کر سکتے ہیں، جب کہ فی الوقت ان سب کا رجیع بھیت مجموعی منفی اور تباہ کرن رجحانات پیدا کرنے کی طرف نظر آتا ہے۔ تیسری بات یہ واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ ریاست جب بھی اپنے رفاقتی کردار سے مجرمانہ طور پر غافل ہوگی، ملک میں نہ صرف غربت، فاقہ، بد امنی بلکہ قتل و غارت کا دور دورہ ہو گا۔ اسلام نے دو رجیدیں میں انسانیت کو جو تحفہ دیا ہے وہ اسلامی ریاست کا ایک فلاحتی ریاست ہوتا ہے۔ چنانچہ شریعت کی بنیاد پر قائم ہونے والی اسلامی ریاست، وہ ریاست ہے جس میں نہ صرف ایک انسان بلکہ کوئی بھی جان دار خواہ انسان ہو یا حیوان، اگر فاقہ سے مرتا ہے تو اس کا خون ریاست کے سر پر ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ کا فرمان اس سلسلے میں ریاست کی ذمہ داری کے اصول کا اثبات کرتا ہے۔ اگر گذشتہ ۶۱ سال میں اس ملک کے بانی اور عوام کی خواہش، وعدے اور تصور کے پیش نظر پاکستان میں اسلامی فلاحتی ریاست وجود میں آجائی تو آج فاقہ کی بنا پر خود کشی یا انسان سوزی کے یہ اندوہ ناک واقعات پیش نہ آتے۔ انسانوں کو زندہ جلاتا نہ اسلام کی روایت ہے اور نہ شریعت کا مدعا۔ اسلام تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ قحط کے زمانے میں کسی با غیر سے کوئی بھل یا کسی کاغذہ چالیسے پر چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے قحط سالی کے دوران جس پالیسی پر عمل فرمایا، وہ حقیقت پسندی اور مقاصد شریعت کی پاس داری کی روشن مثال ہے۔

اس واقعے کا چوتھا قابلی غور پہلو یہ ہے کہ ملک میں جو سیاسی نظام راجح رہا ہے وہ بدعنوی، عدم تحفظ اور غربت و امارت کے فاسطونوں کو کم یا فتحم کرنے میں مکمل طور پر ناکام رہا ہے۔ اس طرح کے دردناک واقعات اس مجرمانہ غفلت، مفاد پرستی اور عوام کی ضروریات کا احساس نہ ہونے کی بنا پر ہی وجود میں آتے ہیں، اور اگر معاشرے کے ان ناسروں کو بند نہ کیا جائے تو پھر یہی ناسور معاشرے کا سرطان بن جاتے ہیں۔

کیا مسئلے کا حل قرار دا یا نہ ملت یا حکومت پر ذمہ داری ڈالنے سے ہو سکتا ہے، یا ہر پاشور شہری کو اپنے گریبان میں منہ ڈال کر یہ دیکھنا ہو گا کہ کم سے کم وقت میں کس طرح اس فتنے کا سد باب کیا جائے؟ اس ضمن میں چار ایسے پہلو ہیں جنہیں ہم نظر انداز نہیں کر سکتے۔

اول: مسئلے کا روحانی اور دینی پہلو یہ مطالبه کرتا ہے کہ عوام ہوں یا خواص، ہم نے گذشتہ

۱۱ سال سے کسی فرد کو اسلام کی عادلانہ، مصلحانہ اور اخلاقی تعلیمات سے نہ آگاہ کیا اور نہ ایسا کرنے کو اچھا سمجھا، بلکہ اسلام سے ڈوری اور فاسطے قائم کرنے کو اپنی ترقی پسندی، روشن خیالی اور جدیدیت قرار دیا جس کے پھل ہمارے سامنے ہیں۔ اگر اس عرصے میں اس قوم کو انسانی رشتہوں کا احترام، جان کی قدر و قیمت کا احساس اور حقوق العباد کا علم ہوتا اور وہ اخلاق جو خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا امتیاز تھے اور جن کی بنا پر قرآن کریم نے کہا تھا کہ ”آپ اخلاق کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہیں“، ہمارے نوجوانوں کے کردار و شخصیت کا حصہ ہوتے تو آج ملک کی فضا اُسک، محبت، سلامتی، حق، عدل اور رواداری سے بھری ہوتی۔

دوم: اگر ہم نے اسلامی عدل کو راجح کیا ہوتا اور شریعت کی بنیاد پر عدالتی، سیاسی، معاشی نظام اور تعلیم کو ڈھالا ہوتا تو معاشری تفاوت و تفریق، معاشری طبقاتی نظام، سیاسی انتشار اور اخلاقی زوال سے محفوظ ہو سکے ہوتے۔ آج اس بات کی ضرورت ہے کہ آزاد اور ذمہ دار عدالیہ کو زندہ کیا جائے تاکہ عوام کا اعتماد بحال ہو اور وہ قانونی اداروں کے ذریعے عدل و انصاف کے حصول کی کوشش کریں۔

سوم: فوری طور پر یہ کیا جائے کہ موجودہ حکومت زکوٰۃ کی وہ رقم جو اس کے پاس امانت ہیں، مستحقین کو ایک شفاف اور ذمہ دار نظام کے تحت فراہم کرے تاکہ فاقہ، غربت اور محرومی کے احساس میں کمی ہو۔ اسلام وہ واحد دین ہے جو معاشرے سے احساسِ محرومی اور معاشی فاصلوں کو کم کرنے کے لیے اپنے نظامِ عبادت میں زکوٰۃ کو دین کا ایک رُکن قرار دیتا ہے تاکہ غربت اور فاقہ کشی کا خاتمه کیا جاسکے۔ ظاہر ہے کہ ایمان کی تکمیل اسی وقت ہو سکتی ہے جب ارکانِ اسلام کو نہ صرف مانا جائے بلکہ ان پر عمل کیا جائے۔

چہارم: ہمارے ابلاغی عامہ کا ذمہ دار اور تعیری کردار بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اگرٹی وی پُریٰ دعارت اور فلموں میں انسانی لاشوں کو جلتے ہوئے دکھایا جاتا رہے گا، چاہے وہ ”حقیقت پسندی“ کے نام پر ہو یا سنسنی پیدا کرنے کے لیے، تو ہم انسانوں کے احسانات کو مُردہ کر دیں گے۔ اس لیے ابلاغی عامہ کو اخلاقی ضابطے کی پیروی کرنا ہوگی اور شعوری طور پر اسلامی اقدار اور قرآن و سنت کے مقرر کردہ انسانی حقوق کو ناظرین کے ذہن نشین کرنا ہوگا۔

ایک صحت مند، ثابت اور تعمیری رحیمان ہی معاشرے سے نہ صرف ڈاکے اور چوری بلکہ خاندان میں ہونے والے بہت سے مظالم میں کمی کا باعث بن سکتا ہے۔ نتیجتاً معاشرتی اصلاح، انسانیت کے احترام، قانون کے احترام اور معاشری انصاف پر مبنی معاشرہ قائم کیا جاسکتا ہے۔

یہ پہلا موقع ہے جب ڈاکوؤں کو عوامی عدالت میں یوں سزا دی گئی لیکن اس ملک میں جن سیاسی شاطروں نے غیر دستوری اور غیر قانونی طور پر صدارت پر ڈاکا ڈالا، جن نام نہاد فرمان رواؤں نے ملک کے خزانے کو ذاتی ہوس کی خاطر لوٹا، جن بر سر اقتدار افراد نے اس ملک کی ماؤں، بیٹیوں، بہنوں کو ابلاغی غامدہ کے ذریعے بے حیا بنا نے میں نام پیدا کیا، یا تعلیم کے ذریعے نوجوان نسل کو اس کی اصل روایات و ثقافت سے ڈور کرنے میں قوی وسائل کا بے دریغ استعمال کیا۔ یہ اور اس قبیل کے رہنماں اپنی سفاق کی میں ان ڈاکوؤں سے کم قرار نہیں دیے جاسکتے جو چند سکے اور زیور لوٹنے کے نتیجے میں اس انجام تک پہنچے۔ مسئلے کا حل تشدد اور جان سوزی نہیں بلکہ زاویہ نگاہ کی تشكیلی تو اور اسلام کے رفاهی، عادلانہ اور انسان دوست نظام کا فوری نفاذ ہے۔

ترجمان القرآن مشن ہے، پیغمبر ہے، دعوت ہے

خیر کا یہ چشمہ ۵ سال سے جاری ہے، آئینے اسے ہر گھر تک پہنچائیں

» سالانہ خریداری ہے۔ زر تعاون: ۳۰۰ روپے

» پانچ سالانہ خریداری ہے۔ زر تعاون: ۱۲۰۰ روپے

» ۵ سے زیادہ پر چوں کی ایجنسی لیجیے، دوسروں تک پہنچائیے۔

» اعزہ و احباب کو نہونے کا پرچہ ہدیہ کیجیے۔

» رسالہ کسی سے لے کر پڑھنے کے جانے خرید کر پڑھیے، گھر پر فائل رکھیے۔

» کسی لاابریری کے لیے جاری کروائیے۔

» عوامی مقامات خصوصاً انتظام گاہوں کے ذمہ داروں کو مستوجہ کیجیے۔

خصوصی تعاون کیجیے، معاون خصوصی بنیے۔ صرف: ۵۰۰ روپے

ڈاکٹر محمد احمد غازی سعکر خطبات کے چار مجموعے

محاضرات قرآنی

قیمت: 260/- روپے (صفحات: 400)

تعارف قرآن مجید، تدریس قرآن مجید، تاریخ نزولی قرآن مجید، حج و مدینہ قرآن مجید، علم قرآن مجید، اور عظیم مفسرین کا جملہ تعارف، قرآن مجید کا ایکر، علم قرآنی کا جائزہ، نظم قرآن، اسلوب قرآن، قرآن مجید کے اہم موضوعات، دور جدید میں قرآن کے تقاضے.... ان بارہ موضوعات پر ڈاکٹر غازی کے بارہ میسر افروز افکار گیر خطبات کا جسمانی دلیل موجود، جو اپریل 2003ء میں راولپنڈی اور اسلام آباد میں خواتین مدرسات قرآن کے رو بروئی البدیہی محفل یادداشت سے دیئے گئے۔

محاضرات حدیث

قیمت: 300/- روپے (صفحات: 480)

"محاضرات قرآنی" سے ملک اس مجموعے میں بھی بارہ خطبات شامل ہیں۔ یہ خطبات اکتوبر 2003ء میں ادارہ "الحمدہ" میں کے عہد میں اپنے اسلام آباد مکر کے سبق ہال میں دیئے گئے۔ ان خطبات کے عنوانات اسی سے اس مجموعے کی اہمیت اور قدر و قیست کا اندازہ ہو جاتا ہے: حدیث کا تعارف، علم حدیث کی ضرورت، حدیث اور سنت، روایت حدیث اور اقسام حدیث، علم اسناد و رجال، جرح و تعلیل، تدوین حدیث، محدثین کی خدمات، علم حدیث، تکب حدیث، شروح حدیث، برصریر میں علم حدیث، دور جدید میں علم حدیث۔

☆☆☆☆☆

محاضرات سیرت علیہ السلام (صفحات 768 تیغت 450) اور محاضرات فقہ (صفحات 560 تیغت 325) بھی شائع ہو چکی ہیں۔ جن میں سیرۃ النبی اور فتنہ پر بر طرح کے موضوع زیر بحث لائے گئے ہیں۔ جو تحقیقی بھی ہیں اور مطبوعاتی بھی۔

الفیصل ناشران و تاجر ان کتب
فرنگی طبعٹ اور دباؤ زالا ہو۔ پاکستان

Phone : 042-7230777 Fax : 09242-7231387
http : www.alfaisalpublishers.com
e-mail : alfaisal_pk@hotmail.com

ہر لائبریری کی ضرورت میاں محمد اشرف کی تحقیقی کتب

1000/-	غلامی ایک تاریخی جائزہ	✿
350/-	اسلام اور غلامی	✿
300/-	ہندو معاشرہ اور غلامی	✿
200/-	امریکا اور غلامی	✿
275/-	اشٹر ایکٹ اور غلامی	✿
200/-	افریقہ اور غلامی	✿
300/-	یورپ اور غلامی	✿

(عایت 20 فی صدر تسلیم بزم ادارہ)

230/-	اسلامی تہذیب	✿
200/-	علم	✿
300/-	بدامنی	✿
350/-	عالم گیریت اور اس کے اثرات	✿
200/-	بدکاری	✿
200/-	ماحولیات	✿
300/-	مفہج تحریریں	✿
300/-	غربت	✿